# عفت وعصمت کی دنیا

تالیف: شیخ احمد بن عبدالعزیز الحمدان

ترجمہ: مولانا فیصل احمد خان

آفتاب رسالت سے نکلنے والی ہدایت کی کرنوں کو چار دانگ عالم میں پھیلانے اور قیامت تک آنے والی انسانیت کو روشنی عطا کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب، سرور دو عالم ﷺ کو جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت عطا فرمائی، جن کی زندگیاں اوران کی صبح وشام آقا کی زندگی کا آئینہ اور ہو بہو عکس تھیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مستفاد حجاب اور عفت وعصمت کے چند نمونے ذکر کئے جاتے ہیں:

۱- امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیا آپ لوگوں کو اس بات پر غیرت نہیں آتی کہ آپ کی عورتیں باہر نکلتی ہیں؟ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ حضرات کی عورتیں بازاروں میں ہجوم کے اندر جاتی ہیں (حالانکہ یہ نہیں ہونا چاہیے)۔

ایک دوسری روایت میں الفاظ یوں ہیں: تم میں بعض مرد اپنی عورتوں کو باہر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ مردوں کو دیکھتی پھریں اور مرد انہیں دیکھیں۔

۲- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ہم حالتِ احرام میں اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کو چھپاتی تھیں''۔

۳- فاطمہ بنت منذر رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں: ''حالت احرام میں ہم اپنے چہرے چھپایا کرتے تھے، جب کہ ہم حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔

۴- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: عورت کو چاہیے کہ اپنی اوڑھنی کو سر کے اوپر ڈال کر چہرے پر پھیلا لے (یہاں تک چہرہ سمیت تمام بدن چھپ جائے)۔

۵- حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی حضرت حفصہ کو دیکھا گیا کہ وہ اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس حال میں حاضر ہوئیں کہ ان کے دوپٹے

سے ان کی پیشانی نظر آرہی تھی یعنی وہ کچھ باریک تھا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوپٹہ ان سے لے کر پھاڑ دیا اور فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ سورہ نور میں کیا فرماتے ہیں، اور اس کے بعد ایک دوپٹہ منگوا کر انہیں پہنایا۔

٦- خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آیت ذیل کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

﴿فجاء ته إحداهما تمشي على استحياء﴾ (سورة قصص: ٢٥)، یعنی: ''پس ان دونوں میں سے ایک آئی اس کے پاس (موسیٰ علیہ السلام) شرماتی ہوئی''۔

یعنی وہ شرماتے شرماتے وہاں پہنچی اور وہ جری قسم کی عورت جو کثرت سے باہر پھرنے کی وجہ سے بالکل بے باک ہو جاتی ہے، ویسی نہیں تھی۔

٧- حضرت معاذہ عدویہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں ہم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: احرام والی خاتون کیا پہنے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نہ ہی نقاب لگائے اور نہ کپڑا چہرے پر لپیٹے (کیوں کہ چہرے سے کپڑا مس کرنا ممنوعاتِ احرام میں سے ہے) بلکہ چہرے کے سامنے کپڑا اس طرح لٹکائے کہ چہرہ چھپ جائے۔

٨- امام تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: عورت اوڑھنی کو اپنے چہرے کے قریب کرلے لیکن چہرے سے بالکل چمٹا کر نہ رکھے (جس سے چہرے کے خدوخال نمایاں ہوں) لیکن نقاب کو چہرے کے سامنے ڈالنا مراد ہے۔

احکام شرع کا چوتھا بڑا ماٴخذ ''فقہ'' ہے، چنانچہ احکام حجاب اور اس کے مسائل کے سلسلے میں فقہائے کرام کی تصریحات اور ان کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں:

تمام فقہائے کرام حجاب کے معاملے میں عورت کے چہرے کے پردے کی ضرورت اور اہمیت کے قائل ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ ہے بعض چہرے کو ستر میں داخل سمجھتے ہیں جب کہ بعض اس کو ستر میں داخل نہیں مانتے، بہر حال چہرے کو اجنبی مردوں سے چھپانے کو سب اہم سمجھتے ہیں، خصوصاً جب فتنہ وفساد کا خوف ہو، جیسا کہ آج کل کے زمانے میں ہے۔

**فقہ حنفی:** فقہائے حنفیہ عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولے لیکن ان کے یہاں اس حکم کی علت چہرے کا ستر میں داخل نہیں بلکہ فتنہ وفساد کے وجود میں آنے کا اندیشہ اس حکم کی وجہ اور سبب بنا ہے۔

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جوان عورت اپنے چہرے کو اجنبی مردوں سے چھپانے کی پابند اور مامور ہے، تاکہ ہوس خوردہ اس کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔

شمس الائمۃ امام سرخسی رحمہ اللہ کا قول ہے: بد نگاہی کی حرمت فتنہ وفساد کے اندیشے کی وجہ سے ہے اور فتنہ وفساد کا جتنا خطرہ چہرے کو دیکھنے میں ہوسکتا ہے، دوسرے اعضاء میں نہیں، کیونکہ تمام تر حسن وجمال کا مرکز تو چہرہ ہی ہوتا ہے۔ علامہ علاء الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جوان عورت چہرے کو اجنبی مردوں کے سامنے کھولنے سے اجتناب کرے''۔ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورت کو چہرہ کھولنے سے باز رکھا گیا ہے، تا کہ مرد بدنگاہی کے راستے فتنہ وفساد کا شکار نہ ہوجائیں اور چونکہ چہرہ کھلا ہوا ہونے کی صورت میں شہوت کے ساتھ نگاہ پڑ جانا کوئی بعید نہیں (لہٰذا چھپانا ضروری ہے)۔ جب کہ شہوت کے معنی یہ بیان فرمائے کہ گردش قلب میں اضافہ ہوجائے اور طبیعت لذت کی طرف مائل ہونے لگے۔ اور اسی طرح علامہ ابن عابدین نے یہ مسئلہ بھی واضح فرمادیا: شوہر کے لئے جائز ہے وہ اپنی بیوی کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی پاداش میں بطور تنبیہ اس کی پٹائی کرے۔ اسی طرح علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ احکام احرام بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: عورت اپنے چہرے کو اجنبی مردوں سے چھپانے کے لئے حالتِ احرام میں کپڑا اس طرح سامنے سے لٹکائے کہ وہ چہرے کو نہ چھوئے (کیوں کہ حالتِ احرام میں چہرے سے کپڑا مس ہونا ممنوعاتِ احرام میں سے ہے) اور اس مسئلے پر انہوں نے علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جوان عورت کو چاہیے کہ وہ اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کو پوشیدہ رکھے۔ علامہ اسبیجانی، علامہ مرغینانی اور علامہ موصلی رحمہم اللہ نے تصریح فرمائی ہے، عورت کا چہرہ نماز کے لحاظ سے تو ستر میں داخل نہیں ہے جب کہ نماز سے باہر وہ ستر میں شامل ہے۔ شرح المنیۃ میں راجح قول یہ بیان کیا گیا ہے: ''چہرہ عورت کے مستورہ اعضاء میں سے ہے، نماز سے باہر بھی اور اندر بھی''۔ جن حضرات نے چہرے کو نماز کے اعتبار سے ستر نہ ہونا قرار دیا ہے، وہ بھی حجاب کے لحاظ سے یہ فرماتے ہیں کہ جب عورت اجنبی مردوں کی موجودگی میں نماز ادا کررہی ہو تو چہرے کے سامنے کوئی کپڑا لٹکالے تا کہ ان مردوں سے پردہ رہے) یہاں تک حالتِ احرام میں بھی اس کا اہتمام ضروری ہے۔

سلطنت عثمانیہ کے مفتی شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری اپنی کتاب ''الملہم'' میں چہرے کو کھلا رکھنے کی دعوت دینے والوں کو سخت ملامت فرماتے ہیں، اور اسے مغرب کی پیروی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دراصل یہ ابتدائی حملہ ہے جب کہ اصل مقصود باقی جسم کو بھی ستر سے عاری کردینا ہے جس کا مشاہدہ بعض علاقوں میں ہونے لگا ہے۔

مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں، اجانب کے روبرو چہرے کو کھلا رکھنے سے عورت کو باز رکھا گیا ہے۔

مفتی شفیع رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی وبانی دارالعلوم کورنگی کراچی) فرماتے ہیں:

''فی الجملۃ (یعنی بطور خلاصہ) تمام فقہائے کرام اور جمہور علمائے امت اس فیصلے پر متفق ہیں کہ جوان عورت کا اپنے چہرے اور ہاتھوں کو اجنبی (غیر محرم) مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں ہے، جب کہ بوڑھی خواتین (جن کی طرف مرد مائل نہ ہو سکتے ہوں) کے لئے سورہ احزاب کی آیت ﴿والقواعد من النساء﴾ (اس کے متعلقات ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں) سے گنجائش نکلتی ہے''۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری ارشاد فرماتے ہیں: ''عورتوں کے چہرہ کھولنے کی اجازت کو ضرورت کے ساتھ مقید اور مشروط کرنا اس طرف دلالت کر رہا ہے کہ مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ چہرہ کھول کر عورتوں کا باہر نکلنا ممنوع ہے، خاص کر اس زمانے میں جب کہ فتنہ وفساد ہر طرف پھیل چکا ہے''۔

سلطنت عثمانیہ کے نائب شیخ الاسلام محمد زاہد الکوثری اپنی تصنیف ''حجاب المسلمۃ'' (مسلمان عورت کا پردہ) میں رقمطراز ہیں: ''اسلامی ممالک میں غیر مسلم استعمار کے قابض ہونے سے قبل ان علاقوں میں علمائے اسلام کا عملی اجماع اس امر پر قائم تھا کہ عورت کے لئے اپنے چہرے کو اجنبی مردوں سے چھپانا ضروری ہے، لیکن استعماری قوتوں نے اپنے ناپاک پنجے گاڑنے کے بعد یہاں بے پردگی کو رواج دیا۔

انہی نصوص صریحہ کے پیش نظر شرق وغرب میں بسنے والی مسلمان خواتین مکمل پردے کا اہتمام کیا کرتی تھیں، ان علاقوں میں حجاز مقدس، یمن، شام وفلسطین اور حلب وعراق کے قدیم عربی ممالک بھی شامل ہیں، اور مغرب کے دور افتادہ علاقے بھی، افریقا کی سرزمین پر بسنے والے مصری، سوڈانی ممالک بھی اس رنگ میں رنگے ہوئے تھے، فارسی علاقے اور افغانی، ہند وسندھ کی سرزمین بھی اسی اسلامی امتیازی معاشرتی روایت کی امین ومحافظ تھیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ قاسم امین جو بے پردگی کا بہت بڑا حامی اور علمبردار تھا، اس کے دور سے پہلے بلاد مصر میں کوئی ایسا شہر نہیں پایا جاتا جہاں کی عورتیں بے پردہ ہوں اور اس سرزمین پر بسنے والے ایسے کم نہیں ہیں جو اس حقیقت کو نہ جانتے ہوں۔

ڈاکٹر محمد سعید البوطی کی تصنیف ''ہر مسلمان لڑکی کے لئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہو'' کے نام سے ہے، اس میں انہوں نے حجاب سے متعلق احکام ومسائل بیان فرمائے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''عورتوں کا چہرے اور ہاتھوں کو کھولنے میں جو اختلاف ذکر کیا جاتا ہے، وہ بہت بڑا اختلاف نہیں ہے بلکہ صورت اور ظاہر کے لحاظ سے اختلاف ہے، وگرنہ مآل اور نتیجے کے اعتبار سے اختلاف نہیں، کیونکہ عورت کی موجودگی اس حقیقت کے ساتھ کہ اس کا وجود پوشیدہ ہو، اس شخص کو حرام نظر ڈالنے سے باز رکھتا ہے جو عمداً اس پر نگاہ ڈالنا چاہتا ہو، لیکن اس عورت کا بے حجابانہ باہر

نکلنا یقیناً نظر حرام کا باعث اور سبب بنے گا، کیونکہ اب اس شخص کے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی، چنانچہ اب شہوانی نظر کا وقوع ہوگا یا تکرار کے ساتھ نگاہ ڈالے جانے کا ارتکاب ہوگا، دونوں صورتیں حرام ہیں۔اسی خدشے کے پیش نظر علماء کا اس امر پر اجماع ہوگا کہ عورتوں کا بے پردہ باہر نکلنا جائز نہیں ہے''۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''باوجود اس کے کہ فقہاء کے درمیان عورت کے چہرے کے ستر میں داخل ہونے یا داخل نہیں ہونے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں، لیکن سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ فتنہ وفساد کا خدشہ وخطرہ جہاں ہو، وہاں چہرے کا چھپانا اور پردہ کرنا واجب ہے اور آج کون دعویٰ کرسکتا ہے کہ فتنے کا اندیشہ نہیں ہے؟ اور باہر کوئی ایسا شخص نہیں جو عورت کے چہرے کو بنظر شہوت دیکھنے والا نہ ہو؟

شیخ وہبی غاوُجی البانی فرماتے ہیں: ''عورت پر واجب ہے کہ اپنے تمام جسم کو چھپائے، فساد اور فتنوں کے ذرائع اور اسباب کا سدباب ہو سکے، اسی مقصد کے لئے چہرہ اور دونوں ہاتھ بھی چھپائے جائیں گے''۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: ''چنانچہ عورت کے چہرے کے پردے کا حکم مسلک حنفی میں بھی اس زمانے میں دیگر تینوں مسالک کی طرح یہی ہوگا کہ بغیر ضرورتِ شدیدہ کے، اس کو بے حجاب کرنا ناجائز اور چھپانا واجب ہوگا''۔

شیخ وہبی اس کے بعد فرماتے ہیں: ''چہرے کو کھولنے کا قول نادر اقوال میں سے ہے، حنفیہ کی معتبر ومستند رائے ایسی نہیں ہے اور نہ دیگر تینوں مسلکوں میں سے کسی کی ہے اور نہ ان سے پہلے امت کے جمہور علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے''۔

شیخ صابونی فرماتے ہیں: ''اے لوگو! ہوش سے کام لو، اسلام جب عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ پاؤں زور سے زمین پر مارتے ہوئے چلے، جس کی وجہ سے پازیب کی آواز ظاہر ہو کر مردوں کے کانوں میں پہنچ کر انہیں برانگیختہ کرے، تو اس کی کیسے اجازت دے سکتا ہے کہ وہ اپنا چہرہ، جو مرکزِ حسن وجمال ہے، اس کو اجنبی مردوں کے سامنے کھول کر پھرے؟

ڈاکٹر عبداللہ علوان کی تصنیف ''ہر غیر مند اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے باپ کے لئے'' نصیحت کے نام سے موسوم ہے، اس میں انہوں نے ایک باب اسی عنوان سے قائم کیا ہے جس میں چہرے کے پردے سے متعلق مفسرین کے اقوال، احادیث اور اقوال علماء وفقہاء کو ذکر کرکے واضح فرمایا ہے، کہ چہرے کو چھپانا کتنا ضروری ہے۔

**اضافہ مترجم:** ذیل میں ہم اس موضوع سے متعلق ایک وقیع مضمون کا خلاصہ ''تکملہ فتح الملہم'' (مفتی محمد تقی عثمانی رحمہ اللہ ورعاہ) سے افادۂ عام کی غرض سے منسلک کر رہے ہیں۔

قرآن وحدیث میں عورتوں کو پردہ کرنے کی جو تعلیم دی گئی ہے وہ اپنی کیفیت، مواقع اور بشری

ضروریات کے لحاظ سے تین درجات میں تقسیم کی جاسکتی ہے:

۱- پہلے درجے میں پردے کی وہ صورت ہے جس میں عورت کے وجود کو گھر، خیمے اور پالان وغیرہ کی حدود میں پابند بنا کر اجنبی مردوں سے یکسر پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔ ان کے اعضاء اور زیب و زینت مکمل طور پر مستور کرنے کے لئے انہیں گھروں میں قرار پکڑنے کا حکم سنایا گیا ہے۔

۲- دوسرا درجہ حجاب کا وہ ہے کہ جس میں سراپا وجود زن کو برقعے میں اس طرح پوشیدہ ہو کر باہر نکلنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اس کے جسم کا کوئی عضو قابل دید نہ رہے اور اس کی زینت کا کوئی شائبہ ظاہر نہ ہو سکے، بس ایک حرکت کرتا ہوا انسانی وجود لوگوں کو دکھائی دے، اس سے آگے کچھ نہیں۔

۳- تیسرا درجہ پردے کے سلسلے میں یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے عورت اپنے تمام بدن کو برقعے سے چھپا کر چہرہ، ہاتھ اور پیر کو کھلا رہنے دے، لیکن اس وقت کہ جب فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو۔

فقہ کے چاروں مذاہب کی چھان بین سے یہ متفقہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بقصدِ لذت یا فتنے کے خوف کے باوجود عورت کے چہرے کو دیکھنا حرام ہے جب کہ مذہب شافعیہ اور حنابلہ کا راجح قول یہی ہے کہ فتنے کا اندیشہ نہ ہونے کے باوجود بھی عورت کے چہرے کو دیکھنا حرام ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ نے جو عورت کے چہرے کو دیکھنے کو جائز کیا ہے وہ صرف اس حالت کے ساتھ مشروط ہے کہ نہ تو حصول لذت کی غرض ہو، اور نہ فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو، اور حقیقت یہ ہے کہ اس شرط کا پایا جانا نہایت مشکل ہے، خاص طور سے ہمارے زمانے میں جن میں فتنہ وفساد عام ہو چکا ہے، یہاں تک کہ عدم لذت اور عدم فتنہ تقریباً ناپید ہو چکا ہے، چنانچہ متاخرین حنفیہ نے غیر مشروط طور پر عورت کے چہرے کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔

درمختار میں ہے: ''اگر شہوت کا خطرہ ہو یا شک ہو (کہ شہوت پیدا ہو سکتی ہے) تو عورت کا چہرہ دیکھنا ممنوع ہوگا۔ یہ حکم پہلے والوں کے لئے تھا، جب کہ ہمارے زمانے میں جوان عورت سے غیر مشروط روک تھام کا حکم دیا جائے گا، سوائے اس نظر کے جو حاجت کی وجہ سے ڈالی جائے، جیسے قاضی اور گواہ کا عدالتی کارروائی کی غرض سے عورت کو دیکھنا۔ درمختار میں نماز کی شرائط میں بیان کیا گیا ہے، جوان عورت کو (اجنبی) مردوں کے درمیان چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں ہے، (یہ حکم) اس وجہ سے نہیں لگایا گیا کہ چہرہ ستر میں شامل ہے، بلکہ فتنہ وفساد کے خوف سے لگایا گیا ہے۔ اسی درمختار میں باب التعزیر میں فرمایا گیا ہے: ''شوہر اپنی بیوی کو مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے پر سزا دے سکتا ہے''۔ امام جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عورتیں اپنی اوڑھنیاں اوڑھ لیا کریں''۔

اس آیت میں جوان عورت کو اپنا چہرہ چھپانے کی اور باہر نکلتے ہوئے اپنی زینت ظاہر کرنے سے منع

کرنے کے حکم کی دلیل ہے، تاکہ کسی کو حرص وطمع کا موقع میسر نہ آئے۔

حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں: ''بعض آیات واحادیث چہرہ اور ہاتھ کھلے رہنے کو صراحۃً جائز بتاتی ہیں، اور بعض دوسری نصوص صراحۃً تو نہیں بتاتیں لیکن ان سے احتمال یہی ظاہر ہوتا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کھولنا جائز ہے، جب کہ بعض دیگر نصوص وضاحت کے ساتھ چہرہ اور ہاتھ کو چھپانے کا حکم دیتی ہیں اور غیر آدمی کا ان کی طرف دیکھنا بھی ناجائز ثابت کرتی ہیں۔

سطحی نگاہ سے تو ان روایات میں تعارض وتضاد اور اختلاف محسوس ہوتا ہے، لیکن درحقیقت ان میں کچھ بھی اختلاف نہیں، بلکہ سب کا آپس میں ایک تسلسل ہے اور ساری روایات ثابت اور قابل عمل ہیں، کوئی منسوخ شدہ یا متروک نہیں بلکہ ہر ایک کے حکم کا اطلاق ہونے کے لئے شرائط موجود ہیں، چنانچہ جہاں جس حکم کے ساتھ مناسب شرط پائی جائے گی حکم کا بھی اطلاق اور نفاذ ہوگا اور شرط جہاں مفقود ہوگی حکم بھی ناپید ہوگا۔

اور یہ ساری تفصیل تو اس وقت ہے جب ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی ﴿إلا ماظھر منھا﴾ (سوائے اس کے جو اس میں سے ظاہر رہتا ہے) کی تفسیروں میں اختلاف کی حقیقت کو تسلیم کرلیا جائے۔ بصورت دیگر ہمارے شیخ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

گہرائی اور غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں تفسیروں میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ "ماظھر منھا" کی تفسیر اگرچہ چہرے اور ہاتھوں سے کی گئی ہے، لیکن اس میں جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ ''ظاہر رہ جانے'' یا ''ظاہر ہوجانے'' کا ذکر کیا گیا ہے قصد وارادے کے ساتھ ظاہر کرنے اور نمائش کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رخصت اور اجازت صرف اس حیثیت سے ہے کہ اس کو چھپانا بس سے باہر ہو، چنانچہ کبھی کبھار مختلف مواقع پر ایسی مجبوری لاحق ہوجاتی ہے جیسے کام کاج کے دوران۔ پس معلوم ہوگیا کہ تفسیر ابن عباس میں چہرے اور ہاتھوں (گٹوں تک) کے کھلے رہنے کا جواز چونکہ اضطراری حالت میں ہے چنانچہ وہ تفسیر ابن مسعود کے منافی نہیں ہے کہ جس میں عدم جواز کا قول بیان کیا گیا ہے، اور اس خلاصے کی تائید تفسیر ابن کثیر سے یوں ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''عورتیں اپنی زینت میں سے کچھ بھی اجنبی مردوں کے روبرو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جس کا چھپانا ان کے بس سے باہر ہو''۔

پس اس ساری بحث کا خلاصہ یہ نکلا ہے کہ مسلمان عورت قرآن کریم کی رو سے اس کی پابند ہے کہ وہ گھر میں قرار پکڑے اور بغیر ضرورت کے باہر نہ نکلے، پھر بضرورت باہر نکلنے میں اس بات کی مامور ہے کہ چہرے سمیت تمام بدن کو اوڑھنی یا برقع کے ذریعے چھپائے اور چہرے وغیرہ کو بے پردہ نہ کرے۔ عمومی حکم اور دائمی طریقہ تو یہی

ہے مگر دو حالتوں میں اس حکم میں کچھ ترمیم اور گنجائش خود شریعت نے کی ہے وہ دو حالتیں حسب ذیل ہیں:

**پہلی اضطراری حالت:** چہرے کو ڈھانپنے میں تکلیف اور ضرر کا اندیشہ ہو، جیسے شدید ازدحام (رش) کے موقع پر کسی ایسی ہی مجبوری کے وقت، جیسے شہادت (گواہی) دیتے ہوئے (ظاہر ہے کہ گواہ کی پہچان تو ضروری ہے)۔

**دوسری اضطراری حالت:** کسی ارادے اور نیت وقصد کے بغیر کام کاج اور محنت کے عمل میں چہرہ کھل جائے اور بے نقاب ہو جائے تو ان دونوں مواقع پر عورت تو معذور ہے، لیکن مردوں کی طرف فوراً یہ حکم متوجہ ہو جائے گا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے کرلیں اور عورت کو دیکھنے سے باز رہیں (سوائے اس کے کہ وہ بھی ضرورت کی وجہ سے دیکھے، جیسے قاضی (جج) خاتون گواہ کو اور ڈاکٹر مریضہ کو بقدر ضرور دیکھے)۔

فقہائے حنفیہ کا مسلک بیان کرنے کے بعد مالکی، حنبلی اور شافعی فقہاء کے مسالک کو بیان کیا جاتا ہے۔

**مالکی مسلک:** فقہائے مالکیہ رحمہم اللہ کے نزدیک مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اجنبی (نامحرم) مردوں کے سامنے اپنے چہرے کو ظاہر کرے۔ یہ حکم اس وجہ سے نہیں کہ چہرہ ان کے نزدیک ''ستر'' میں داخل ہے، بلکہ فتنے وفساد کے اندیشے کے پیش نظر یہ حکم دیا گیا ہے، جب کہ بعض دیگر مالکی فقہاء عورت کے چہرہ کو ''ستر'' میں داخل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے مسلک میں عورتوں کے چہرہ کھول کر گھروں سے باہر جانا ممنوع اور ناجائز ہے۔ فقہائے مالکیہ کی کچھ تصریحات پیش کی جاتی ہیں:

ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عورت اپنے مکمل وجود کے لحاظ سے پوشیدہ رہنے کے لائق ہے، اس کا بدن اور اس کی آواز کا ضرورتِ شدیدہ کے بغیر ظاہر ہونا کسی بھی طرح جائز نہیں۔ ضرورت کے مواقع گواہی اور علاج معالجے وغیرہ کو شامل ہیں''۔

شیخ ابوعلی المشدالی فرماتے ہیں: ''جس شخص کی بیوی چہرے کو کھول کر بے پردہ باہر نکلے اس کی امامت جائز نہیں، اور نہ اس کی گواہی معتبر ہے بلکہ اگر وہ زکوۃ کا مستحق ہے تو اس کو زکوۃ دینا بھی حلال نہیں ہے، اور وہ اللہ کی ناراضگی کا اس وقت مستحق رہے گا جب تک (اس کی بیوی) اس گناہ پر مصر رہے گی''۔

ونشریسی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: جس کی بیوی چہرہ کھول کر باہر نکلتی ہے، شادیوں اور تقریبات کی مخلوط مجالس میں شریک ہوتی ہو، کیا اس شخص کی شرعی حیثیت مجروح اور متاثر ہوگی؟ تو انہوں نے بھی وہی فتویٰ دیا جو اوپر ''شیخ ابوعلی'' کے فتویٰ میں ذکر کیا گیا ہے۔ جب کہ اس سوال کے جواب میں شیخ ابوعبداللہ الزاواوی نے فرمایا: ''اگر وہ اپنی بیوی کو ان افعال سے روکنے کی طاقت رکھتا ہے تو وہی حکم اس کا بھی ہوگا جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن کسی بھی وجہ

سے قدرت نہیں رکھتا تو معذور سمجھا جائے گا''۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن مرزوق فرماتے ہیں: ''اگر وہ شخص اپنی بیوی کو اس ممنوع فعل سے منع کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود اس کو نہیں روکتا تو اس کی دینی حیثیت مجروح ہو جائے گی، لیکن اگر اس کو منع کرنے کی بعض وجوہ کی بناء پر قدرت نہ ہو تو دوسری بات ہے''۔

ابن مرزوق رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے: ''مالکیہ کا مشہور مذہب یہی ہے کہ فتنے اور فساد کے پیش نظر نامحرم مردوں کے سامنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو چھپائے''۔

جامعہ ازہر کے شیخ محمد ابوالفضل الجیز اوی فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بے پردہ گھروں سے باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اور تم قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور گزشتہ جاہلیت کی روش اختیار کرتے ہوئے بے پردہ ہو کر باہر نہ نکلا کرو''۔ بظاہر خطاب ''اہل بیت نبیؐ'' سے ہو رہا ہے لیکن حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے چہرے اور جسم کی زیب و زینت اور حسن و جمال کو ظاہر کرتے ہوئے باہر نہ جائیں، جس سے اجنبی مردوں کو شہوت و رغبت کی نوبت آجائے۔

اس ساری شرعی تعلیمات کے پیش نظر آج جس بے پردگی کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ عورتیں اپنی پنڈلیاں، بازو اور چہرے کو بے حجاب کر کے ناز و انداز کے مظاہرے اور اجانب کے لئے نرم و نازک لب و لہجہ، عریانیت اور بے پردگی کے یہ مناظر نظروں کو اپنی طرف مائل اور شر انگیزیوں کو تقویت دینے والے ہیں، ان سارے افعال قبیحہ کی اسلامی تعلیمات میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے، عفت اور پاک بازی کے ساتھ ان کا کوئی وجود نہیں ہے کیونکہ یہ اسلامی معاشرے میں اخلاق و کردار کو مجروح کرنے والے، شہوت و ہوس کو بھڑکانے والے اور بیمار ذہنیت کے حامل افراد کو حرص کی اندھیری وادیوں میں دھکیلنے کا مکروہ کام سرانجام دیتے ہیں۔

بے پردگی کے نقصانات اور گھناؤنے نتائج اس امر کو واضح کرتے ہیں۔ مسلمان شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اور دوسرے رشتے دار اپنی خواتین کو بے پردگی سے باز رکھیں، بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی مقدور بھر کوشش کریں اور بے راہ روی کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھیں اور دین سے انحراف کی اس مذموم کیفیت کو دوبارہ راہِ راست سے روشناس کرائیں، اور بھولے ہوئے سبق کو از سر نو تازگی بخشیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائیں۔

شیخ یوسف الدجوی الازہری فرماتے ہیں: ''چہرے کے پردے کا مسئلہ اجماعی مسئلہ ہے، اس میں کسی امام کی کوئی تخصیص نہیں ہے''۔

شیخ محمد حسن بن عربی فلالی حجوی، ایک مرتبہ بادشاہ کی مجلس میں موجود تھے، چنانچہ ایک شخص کھڑا ہوا اور

عورتوں کے چہرے کی بے پردگی کی پرزور دعوت دینے لگا۔ بادشاہ نے اس کو منع کرنے کا اشارہ کیا، جس پر شیخ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ جس کو غیرت وحمیت نہ ہو وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ سب مجلس والے بیک آواز پکار اٹھے، یہ تو واضح منکر اور برائی ہے یعنی انہوں نے چہرے کی بے پردگی کو منکر (بُرا) کہا۔

اس مجلس سے انسان نما شیاطین نے یہ مفروضہ گھڑ لیا کہ فتنہ وفساد کے باوجود چہرہ کھولنا جائز ہے اور ان لوگوں نے ۱۳۶۲ھ کے ماہ جمادی سے بے پردگی کا اعلان کر دیا اور (مراکش، الجزائر اور تیونس) میں بے پردگی کا یہ پہلا سال تھا۔

(جاری ہے......

☆☆......☆☆

## جرائم کے اسباب

اگر جرائم کا سبب فقر وفاقہ، جہالت اور بدنظمی ہی ہے تو آخر امریکہ جیسے ملک میں جرائم کی اس شرح کا کیا مطلب ہے؟ یہ آخر کیا بات ہے کہ وہاں دولت کی ریل پیل میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، معیار تعلیم کا یہ عالم ہے کہ دنیا بھر کے باشندے وہاں تعلیم حاصل کر کے فخر محسوس کرتے ہیں، سیاسی زندگی اتنی ہموار ہے کہ اس میں کبھی کوئی بحران نہیں آتا، وہاں کے نظم وضبط کے قصیدے دنیا بھر کے پڑھے جاتے ہیں، پولیس یہاں سے ہزار گنا زائد تربیت یافتہ، چوکس اور فعال ہے، جرائم کی تفتیش اور جاسوسی کے ایسے ایسے وسائل ان کو میسر ہیں کہ پہلے کبھی کسی کے تصور میں بھی نہیں آئے تھے، مگر حالت یہ ہے کہ ۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

یہ آخر کیا اندھیرا ہے کہ جن ملکوں میں جہالت، فقر وافلاس اور بدنظمی کا بیج مار ڈالنے کے دعوے کئے جاتے ہیں، جن ملکوں نے تہذیب وتمدن کے بارے میں دنیا بھر کی امامت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے، جہاں گھر گھر میں تعلیم کی روشنی پھیل چکی ہے اور دنیا کا ہر خطہ حصول تعلیم کے لئے ادھر کا رخ کر رہا ہے، جہاں انسان نے چاند ستاروں پر کمندیں ڈال رکھی ہیں اور سائنس انسانی کامیابی کی خیالی سرحدیں بھی پار کر چکی ہے، ان ممالک میں بھی سب سے بڑا معاشرتی مسئلہ جرائم کی بڑھتی ہوئی رفتار ہے، اور اگر کوئی شخص صرف ان ممالک کی جرائم کی رپورٹوں کا مطالعہ کرے تو یہ یقین کر لینے پر مجبور ہو جائے کہ یہاں انسان نہیں، وحشی درندے آباد ہیں، جن پر کبھی تہذیب وشائستگی، علم وحکمت اور نظم وضبط کی پرچھائیاں بھی نہیں پڑیں۔

(از: اصلاحِ معاشرہ، ص: ۳۷)